سید رشید احمد ارشد

حضرت فاروق اعظمؓ کے انقلابی کارنامے

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ساری زندگی قومی کاموں کے لیے وقف رہی اور آپ ہمیشہ مخلوق خدا کو فائدہ پہنچاتے رہے۔

جب آپ اسلام لائے تو اس وقت مسلمان کمزور تھے۔ کفار مکہ کے خوف سے پوشیدہ طور پر نمازیں پڑھتے تھے مگر آپ نے مسلمان ہوتے ہی مسلمانوں کو کھلم کھلا نماز پڑھنے کا مشورہ دیا اور اسلام کے لیے سینہ سپر ہو گئے۔ اس طرح آپ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی میں آپؐ کے دست و بازو بنے رہے۔

ہجرت مدینہ کے بعد بھی آپ اسلامی خدمات میں پیش پیش رہے اور مشہور اسلامی جنگوں میں جان و مال کی قربانی دینے میں ہمیشہ صف اوّل میں رہے۔

جب آپ خلیفہ ہوئے تو اس وقت آپ کو حکومت کے تمام اختیارات حاصل تھے تاہم آپ نے ایثار و قربانی کا جو نمونہ پیش کیا تاریخ عالم میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ اس وقت آپ نے حکومت کے تمام ذرائع آمدنی قوم کے لیے وقف کر دیے تھے۔ آپ نہ صرف اجتماعی حیثیت سے قومی مفاد کے لیے احکام صادر فرماتے تھے بلکہ آپ نے ہمیشہ یہ کوشش کی کہ ان احکام کی صحیح طریقے سے تعمیل کرائی جائے اور اس مقصد کے لیے ہر چھوٹے سے چھوٹے کام کی نگرانی بذاتِ خود کیا کرتے تھے بلکہ رعایا کا صحیح حال معلوم کرنے کے لیے راتوں کو بھیس بدل کر نکلتے تھے۔ اس طرح اپنی مفلس و نادار رعایا کی مشکلات معلوم کرتے تھے۔ اس کے بعد ان کے لیے وظائف

مقرر کرتے تھے۔ آپ بیواؤں اور یتیموں کا خاص طور پر خیال رکھتے تھے۔

آپ نے اسلامی لشکر کے لیے نئے نئے شہر آباد کیے۔ سرائیں تعمیر کرائیں۔ پُل بنوائے۔ نہریں کھدوائیں۔ قحط سالی کے زمانے میں گھر گھر جا کر فاقہ کش انسانوں کے لیے غلّہ اور سامانِ خوراک فراہم کیا۔ ہر علاقے میں عدل و انصاف کو قائم کیا تاکہ عوام پر کسی قسم کا ظلم نہ ہو سکے۔

مفتوحہ علاقوں کے حکام مقرر کرنے میں آپ نہایت احتیاط اور دانش مندی سے کام لیتے تھے۔ آپ کی انتہائی کوشش یہ ہوتی تھی کہ عقل مند، لائق اور انصاف پسند حکمران مقرر کیے جائیں۔ اس کے بعد آپ اپنے ماتحت حکمرانوں کی سختی کے ساتھ نگرانی کرتے تھے تاکہ وہ رعایا پر مظالم نہ برپا کر سکیں۔ آپ نے ہر شخص کو اجازت دے رکھی تھی کہ وہ اپنے حاکم کی جائز شکایت براہ راست زبانی یا تحریری طور پر کر سکتا ہے۔ لہذا جب آپ کے پاس کسی حاکم کی شکایت پہنچتی تھی تو آپ سختی کے ساتھ اس سے باز پرس کرتے تھے تاکہ اسے رشوت ستانی یا اقربا پروری کی جرأت نہ ہو سکے۔

آپ نے غیر مسلم رعایا کے ساتھ بھی عدل و انصاف کا اعلیٰ معیار قائم رکھا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ غیر مسلم اسلامی حکومت میں زیادہ خوش حال ہو گئے اور آپ کی نوازشوں کی بدولت یہ لوگ اسلامی حکومت کے مکمل وفادار بنے رہے۔

اگر ہم آپ کے تمام قومی کارناموں کا تذکرہ کریں تو اس کے لیے ایک طویل دفتر درکار ہوگا۔ فی الحال ہم آپ کے چند قومی کارناموں کا ذکر کریں گے تاکہ ہمارے حکام، رہنما اور عام مسلمان آپ کے نقشِ قدم پر چلنے کی کوشش کریں۔

رفاہِ عام کے کام

جب آپ خلیفہ ہوئے تو مکّہ معظمہ اور مدینہ منوّرہ کی سڑکیں نہایت خراب حالت میں تھیں۔ مرکز خلافت ہونے کی وجہ سے ان راستوں پر آمد و رفت بڑھ گئی تھی۔ نہ صرف

حج کے موقع پر تمام دنیا کے مسلمان ان راستوں سے آتے جاتے تھے بلکہ ہزاروں کی تعداد میں مسلمان سپاہیوں کی آمد و رفت جنگی ضرورتوں کے لیے انہی راستوں پر ہوتی تھی اس لیے آپ نے ۱۷ھ میں مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ تک ہر منزل پر چوکیاں، سرائیں اور حوض تعمیر کرائے اور سڑکوں کی مرمت کرائی۔

امام سیوطی نے اپنی کتاب حسن المحاضرہ میں تحریر کیا ہے کہ "پلوں کی تعمیر، نہروں کی صفائی اور دوسرے رفاہِ عام کے کام سرکاری بیت المال کی رقم سے انجام پاتے تھے"۔

بڑے بڑے شہروں میں مسافروں کے آرام کے لیے آپ نے مسافر خانے تعمیر کرائے تھے چنانچہ تاریخی کتابوں میں کوفہ اور مدینہ منورہ کے مسافر خانوں کی تفصیل ملتی ہے۔

آب پاشی کا انتظام

آپ کے عہدِ خلافت میں جب عراق و شام اور مصر کے علاقے فتح ہوئے تو آبپاشی اور نہروں کا انتظام بہت خراب حالت میں تھا۔ ان علاقوں کی سابقہ غیر مسلم حکومتوں نے رعایا پر ظلم و ستم برپا کر رکھا تھا اس وجہ سے ان ممالک کی زرعی حالت بہت خراب ہو گئی تھی۔ آپ کے دورِ خلافت میں جب یہ ممالک مفتوح ہوئے تو آپ نے ان ممالک کی رعایا کو خوش حال بنانے اور ان کے علاقوں کو سرسبز و شاداب بنانے کے لیے مختلف تدابیر اختیار کیں۔

زراعت کو ترقی دینے کے لیے آپ نے نئی نئی نہریں کھدوائیں اور دلدلی زمینوں کو درست کرایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ملک کی پیداوار بڑھنے لگی۔ پیداوار کے بڑھنے سے رعایا خوش حال ہو گئی اور حکومت کی آمدنی میں بھی اضافہ ہونے لگا۔

۱۔ حسن المحاضرہ، جلد اوّل، ص ۶۳

مشہور نہریں

آپ کے عہد کی نو تعمیر کردہ چند مشہور نہروں کے نام یہ ہیں:

۱۔ نہر ابو موسیٰ ۔ یہ نہر حضرت ابو موسیٰ اشعری حاکم بصرہ نے آپ کے حکم سے کھدائی تھی اس لیے ان کے نام سے مشہور ہو گئی ۔ اس نہر کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ عہدِ فاروقی میں عراق کے مرکزی مقام پر بصرہ کا شہر تعمیر کیا گیا تھا جو مسلمانوں کی زبردست فوجی چھاؤنی بن گیا تھا ۔ اسی مقام سے اسلامی فوجیں تیار ہو کر ایران و خراسان کو فتح کرنے کے لیے روانہ ہوتی تھیں ۔ جب اس شہر کی آبادی روز بروز بڑھنے لگی تو اس وسیع آبادی کے لیے پانی کی قلت ہو گئی ۔ اس وقت شہر سے چھ میل کی مسافت سے پانی شہر میں لایا جاتا تھا جو بہت دقّت طلب کام تھا ۔ اس لیے حضرت فاروق اعظمؓ کے حکم سے حضرت ابو موسیٰ نے یہ نہر کھدوائی ۔ اس طرح اہل بصرہ کے لیے آب رسانی کی دقّت رفع ہو گئی اور گھر گھر پانی کی افراط ہو گئی۔[۱]

۲۔ نہر معقل ۔ یہ نہر حضرت معقل کے انتظام میں تیار ہوئی تھی ۔ اس نے بھی عراق میں آب پاشی اور آب رسانی کی دقّتوں کو رفع کیا ۔

۳۔ نہر سعد ۔ یہ نہر شہر انبار کے باشندوں کی درخواست پر حضرت سعد بن وقاص نے کھدوائی تھی مگر درمیان میں پہاڑ کے حائل ہونے کی وجہ سے ناتمام رہ گئی تھی ۔ آخر کار حجاج بن یوسف کے عہد میں اس کی تکمیل ہوئی ۔

۴۔ نہر امیر المومنین ۔ یہ نہر موجودہ نہر سویز کی پیش رو تھی اور عہد فاروقی کا بہت بڑا کارنامہ ہے ۔ ۱۸ھ میں جب عرب میں قحط پڑا تو آپ نے گھر گھر جا کر لوگوں کے لیے غذا کا بندوبست کیا ۔ جب مصر فتح ہوا تو آپ نے مصر سے غلّہ فراہم کرنے کی کوشش کی مگر چونکہ

۱۔ مقریزی، جلد اوّل، ص ۱۸۴

شام اور مصر کا خشکی کا راستہ بہت دور تھا اس لیے غلہ دیر سے پہنچتا تھا۔ لہذا اس وقت کو دور کرنے کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ننانوے ۹۹ میل لمبی نہر کھدوا کر دریائے نیل کو بحر قلزم سے ملا دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مصر کے غلہ لانے والے جہاز براہِ راست کم وقت میں مدینہ منورہ کی بحری بندرگاہ تک غلہ فراہم کرنے لگے۔ اس طرح نہ صرف مصر کی تجارت کو فروغ حاصل ہوا بلکہ اہل مدینہ اور اہل عرب کو غلہ اور اناج کافی مقدار میں فراہم ہونے لگا۔ اس تدبیر سے متعلقہ ممالک کی رعایا خوش حال ہو گئی۔"[1]

یہ چند مشہور نہریں ہیں جن کا حال بیان کیا گیا ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ آپ نے تمام اسلامی ممالک میں نہروں کا جال بچھا دیا تھا۔ نہروں کے علاوہ سیلاب کے پانی کو روکنے اور اسے آب پاشی کے کام میں لانے کے لیے آپ نے مختلف مقامات پر بند بندھوائے بلکہ آب پاشی اور آب رسانی کے مختلف کاموں کے لیے آپ نے ایک وسیع محکمہ بھی قائم کر دیا تھا چنانچہ ایک مورخ کا بیان ہے کہ صرف مصر میں بعض اوقات ایسے کاموں کے لیے حکومت کی جانب سے ایک لاکھ بیس ہزار مزدور مشغول رہا کرتے تھے۔

زرعی ترقی

آب پاشی کا وسیع نظام قائم کرنے کے ساتھ ساتھ آپ نے زراعت کو ترقی دینے کے لیے بعض مفید اقدامات کیے۔ آپ نے یہ قانون نافذ کیا کہ جو شخص کسی ویران اور بنجر زمین کو قابل کاشت بنائے تو وہ زمین اس کی ملکیت ہو جائے گی بشرطیکہ وہ شخص تین سال کے اندر اُسے آباد کر کے اس میں زراعت کرتا رہے۔ لہذا اس قانون کی وجہ سے بہت سی افتادہ اور بنجر اراضی قابلِ کاشت ہو گئیں۔

جاگیرداری نظام کا خاتمہ

رفاہ عام کے مذکورہ بالا کارناموں کے علاوہ آپ نے تمام اسلامی مملکت کے

۱۔ تفصیلی حالات کے لیے ملاحظہ ہو حسن المحاضرہ اور مقریزی

لیے یہ انتظام کیا کہ آپ نے عراق کی زرعی اراضی کو اسلامی مملکت کی ملکیت قرار دیا اور انھیں فاتح مسلمانوں کے درمیان تقسیم نہیں کیا۔ حالانکہ مسلمانوں کی ایک جماعت یہ چاہتی تھی کہ ان اراضی کو فاتحین میں ان کی جاگیر کے طور پر اسی طرح تقسیم کیا جائے جس طرح گذشتہ جنگوں میں مالِ غنیمت کی تقسیم ہوتی تھی مگر آپ نے مملکت کے عام مفادات کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس قسم کے جاگیردارانہ نظام کی سخت مخالفت کی اور انھیں سمجھایا کہ اگر یہ زرعی اراضی حکومت کے قبضے میں رہے تو اس سے نہ صرف آنے والے مسلمانوں کو فائدہ پہنچے گا بلکہ اس کی آمدنی سے ملکی دفاع اور دوسرے قومی کام بھی انجام پذیر ہو سکیں گے۔

حضرت عمرؓ کے اس فیصلے سے مذموم جاگیرداری اور زمینداری کا خاتمہ ہوا اور غیر مسلم کاشت کاروں کو بھی یہ فائدہ پہنچا کہ ان کی زمینیں ان کے قبضے میں بدستور باقی رہیں۔ اس کے بعد مسلم حکمرانوں نے ان کی اراضی کی شرح مال گذاری کی تشخیص ان کاشتکاروں کی حیثیت اور پیداوار کے لحاظ سے کی۔ البتہ شاہی خاندان کی جاگیریں، لاوارثوں کی زمینیں اور جنگلات حکومت کے قبضے میں رہے۔ ان کی آمدنی رفاہِ عام کے کاموں کے لیے مخصوص کر دی گئی تھی۔

کاشت کاروں پر مال گذاری کی شرح بہت کم رکھی گئی تھی تاکہ ان پر بار نہ ہو۔ بہرحال ان تمام انقلابی اقدامات کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت جلد قومی دولت میں اضافہ ہونے لگا اور اس کے ساتھ ساتھ سرکاری خراج کی وصولی کی رقم میں بھی حیرت انگیز طریقے سے اضافہ ہوا۔

کاشتکاروں کو مالکانہ حقوق

مصر و شام میں زرعی اراضی کا بہت بڑا حصہ شاہی خاندان، سرکاری اور فوجی افسروں کی جاگیر بنا ہوا تھا۔ ملک کے اصل باشندوں اور کاشت کاروں کے قبضے میں

بہت کم حصہ تھا۔ اور جس قدر حصہ ان کے پاس تھا اس پر بھی انھیں مالکانہ حقوق حاصل نہ تھے۔ جب یہ علاقے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں مفتوح ہوئے تو آپ نے بالکلیہ اس نظام کا خاتمہ کر دیا اور زرعی اراضی کا مالک اصل کاشتکاروں کو بنا دیا۔ آپ نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ان کی اراضی کو حاکم قوم یعنی مسلمانوں کے دستبرد سے بچانے کے لیے یہ قانون نافذ کیا کہ کوئی مسلمان ذمیوں کی اراضی کو خرید نہیں سکتا۔

ملکی دفاع

ملکی دفاع مملکت کے لیے بہت ضروری ہے۔ اگر کسی ملک میں امن وامان قائم نہ ہو، اس کی فوج دلیر اور بہادر نہ ہو اور وہاں کا فوجی نظام خراب ہو تو اس صورت میں فلاح و بہبودی کا کوئی کام نہیں کیا جا سکتا۔ لہذا حضرت فاروق اعظمؓ نے فوج کا باقاعدہ محکمہ قائم کیا اور فوجیوں کے لیے معقول تنخواہیں مقرر کیں۔ بڑے بڑے مرکزی مقامات پر فوجیوں کے لیے نئے نئے شہر آباد کیے اور وہاں ان کی ضرورت اور آرام کے لیے تمام سہولتیں فراہم کیں۔ اس زمانے میں جنگی ضرورتوں کے لیے عمدہ گھوڑے بڑی اہمیت رکھتے تھے اس لیے آپ نے نئی فوجی چھاؤنیوں پر گھوڑوں کی پرورش اور ان کی غور و پرداخت کا معقول انتظام کیا۔ ملکی دفاع اور فتوحات کے لیے تقریباً دس لاکھ مسلح فوج ہر وقت تیار رہتی تھی اور اس میں ہر سال تیس ہزار سپاہیوں کا اضافہ ہوتا تھا۔ فوجیوں کے لیے خوراک اور رسد کا انتظام بہت معقول ہوتا تھا اور اس کے لیے ایک الگ محکمہ قائم تھا۔

حضرت عمرؓ فوجیوں کی صحت اور تندرستی کا خاص طور پر خیال رکھتے تھے۔ ۱۷ھ میں مدائن کی فتح کے بعد جب وہاں کی خراب آب و ہوا کی وجہ سے فوج کی صحت خراب رہنے لگی تو آپ نے ان کے سپہ سالار کو لکھا کہ وہ وقتاً فوقتاً فوجی سپاہیوں کو

مختلف صحت افزا مقامات پر بھیج دیا کریں۔ اس اثناء میں آپ نے یہ محسوس کیا کہ ان کے لیے صحت افزا مقامات تلاش کر کے وہاں نئی فوجی چھاؤنیاں بنائی جائیں۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے ماہرین کو بھیجا گیا کہ وہ عراق کے مختلف مقامات کا دورہ کر کے نئی چھاؤنیوں کے لیے زمین تلاش کریں جو نہ صرف صحت بخش ہو بلکہ فوجی نقطۂ نگاہ سے اہم ہو۔ آخر کار ان کوششوں کے نتیجے میں کوفہ اور بصرہ کے شہر آباد ہوئے جو نہ صرف آب و ہوا کے لحاظ سے عمدہ تھے بلکہ مزید فتوحات اور فوجی پیش قدمی کے لیے بھی موزوں تھے۔

سپاہیوں کے لیے وسیع فوجی بارکیں تعمیر کی گئیں۔ ان کے لیے کھلے میدان چھوڑے جاتے تھے جہاں شہسواری اور تیر اندازی کے مقابلے ہوتے تھے اور فوجی تربیت دی جاتی تھی۔

تعلیمی نظام

یہ امر تعجب خیز ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے زمانے کے ذرائع آمد و رفت کی دشواریوں قوموں کی بے حد جہالت اور طباعت و کتابت کا انتظام نہ ہونے کے باوجود ایک ایسا وسیع نظام قائم کر دیا تھا کہ اس جیسا عمدہ انتظام موجودہ زمانے میں ہر قسم کی سہولتوں کے باوجود ممکن نہیں ہو سکا۔

آپ نے نہ صرف بچوں کے لیے مکاتب قائم کیے تھے بلکہ عرب کے دور دراز علاقوں میں صحرا نشین بدوؤں کے لیے ان کے خیموں میں بھی تعلیم کا ایسا مناسب بندوبست کر رکھا تھا جو آج کل تعلیم بالغاں کے لیے کیا جاتا ہے۔

آپ نے ہر مسلمان کے لیے خواہ وہ بالغ ہو یا نابالغ مذہبی تعلیم کو لازمی قرار دیا۔ اس نظام تعلیم میں قرآنی تعلیم کو اہمیت حاصل تھی۔ اسی تعلیم کی بدولت ہر مسلمان نہ صرف لکھنا پڑھنا سیکھ گیا تھا بلکہ اس سے اس کی ذہنی، اخلاقی اور جسمانی نشوونما اس طرح ہوئی کہ وہ آگے چل کر نہ صرف انسانِ کامل بنے بلکہ فاتح عالم بن کر دنیا میں تہذیب و تمدن کے بانی ہوئے۔

چنانچہ آگے چل کر انہی کی نسلوں کے ذریعے مختلف علوم و فنون کا اجرا ہوا۔

حضرت عمر فاروقؓ نے تعلیمی نظام کو دور دراز کے علاقوں تک وسیع کیا، اور خانہ بدوش بدوؤں کو بھی تعلیم سے مستثنیٰ نہیں رکھا کیونکہ آپ کے نزدیک تعلیم و تبلیغ اسلام کا سب سے بڑا ذریعہ تھی۔ مگر دقت یہ تھی کہ یہ خانہ بدوش بدو ایک جگہ نہیں رہتے تھے اور ہر موسم میں اپنا مقام تبدیل کر دیتے تھے اس لیے انھیں تعلیم دینا اور ان کی تعلیمی ترقی کا پتہ چلانا بہت مشکل کام تھا۔ تاہم آپ نے اس مشکل کا حل بھی تلاش کر لیا تھا اور اس دقت کو رفع کرنے کے لیے آپ نے چند تعلیمی انسپکٹر مقرر کیے جو ابوسفیان نامی شخص کی نگرانی میں خانہ بدوش قبائل میں گشت کر کے ان کا امتحان لیتے تھے اور ان کی تعلیمی ترقی کا پتہ چلاتے تھے۔ انھیں حضرت عمر فاروقؓ کی طرف سے یہ اختیارات بھی حاصل تھے کہ جس شخص کو قرآن کریم کا کوئی حصہ یاد نہ ہو یا وہ تعلیم حاصل کرنے میں پہلو تہی کرتا ہو تو اسے مناسب سزا دیں[1]۔

قرآن کریم کی تعلیم کے ساتھ ساتھ بچے اور بالغ اشخاص فصیح عربی زبان و ادب سے بھی واقف ہو گئے تھے اور نوشت و خواند کی تعلیم بھی حاصل کر گئے تھے۔ اس طرح تمام ملک عرب میں مقامی بولیوں کے بجائے قرآن کریم کی فصیح عربی زبان کو مرکزی حیثیت حاصل ہوئی کیونکہ حضرت عمرؓ نے حکم دے رکھا تھا کہ جو معلم عربی زبان و ادب سے اچھی طرح واقف نہ ہو وہ قرآن کریم کی تعلیم دینے کا مجاز نہیں ہے۔ آپ نے تعلیمی نظام کی توسیع کے لیے تنخواہ دار معلم بھی مقرر کیے۔ کیونکہ آپ کو ہر گاؤں اور ہر شہر میں باقاعدہ نظام تعلیم قائم کرنا تھا اس لیے اگر کثیر تعداد میں اس کام کے لیے معلم فراہم نہ کیے جائیں اور انھیں فکرِ معاش سے بے نیاز کرنے کے لیے تنخواہ نہ دی جائے تو صحیح تعلیمی نظام قائم نہیں

۱۔ اصابہ لابن حجر تذکرہ اوس بن خالد

ہو سکتا تھا۔

چھوٹے چھوٹے بچوں کے معلمین کے انتخاب میں کافی جد و جہد کی جاتی تھی۔ عربی زبان و ادب کے ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ ایسے معلمین کے لیے یہ ضروری ہوتا تھا کہ وہ خوش الحان قاری اور حافظ قرآن ہوں۔

نصاب تعلیم

بچوں کے مکاتب میں قرآن کریم کی تعلیم کے ساتھ نوشت و خواند کی تعلیم بھی دی جاتی تھی۔ انھیں عربی زبان و ادب بھی سکھایا جاتا تھا تاکہ وہ قرآن کریم کو صحیح طریقے سے پڑھ سکیں اور اعراب و تلفظ کی غلطی نہ کر سکیں۔ قرآن کریم کی تعلیم کے ساتھ ساتھ اسلامی احکام و مسائل کی تعلیم بھی دی جاتی تھی۔ بعض اوقات فقہ اور اسلامی مسائل کے لیے الگ معلم مقرر ہوتے تھے۔ لیکن وہ جلیل القدر صحابۂ کرام جو قرآن کریم، حدیث اور فقہ تینوں کے ماہر ہوتے تھے ہر قسم کی تعلیم دینے کے مجاز تھے۔ چنانچہ مشہور صحابی حضرت ابوالدرداء اسی قسم کے جامع الکمالات معلم تھے اس لیے جامع دمشق میں ان کا حلقۂ درس بہت وسیع ہوتا تھا۔

چھوٹے بچوں کے مکاتب کے معلمین کی تنخواہیں پندرہ پندرہ درہم ہوتی تھیں۔

فوجیوں کی تعلیم

حضرت عمر فاروقؓ تعلیم کا اس قدر اہتمام فرماتے تھے کہ آپ گورنروں اور سرکاری افسروں کو بھی اپنے اہم سرکاری خطوط میں تعلیم قرآن کی تاکید فرماتے تھے۔ چونکہ یہ تعلیم فوجیوں کے لیے بھی لازمی تھی اس لیے فوجی افسروں کو خاص طور پر ہدایت کی جاتی تھی کہ وہ اپنے ماتحت سپاہیوں کی تعلیمی نگرانی بھی رکھیں چنانچہ اس مقصد کے لیے وہ ہر فوجی مرکز میں ایک رجسٹر رکھتے تھے جس میں ہر سپاہی کی تعلیمی ترقی کا حال درج ہوتا تھا۔ انھیں تعلیم کا شوق دلانے کے لیے تعلیمی وظائف مقرر تھے جو ان لوگوں کو دیے جاتے تھے جو تعلیم میں نمایاں

ترقی کرتے تھے۔ اس قسم کے رجسٹروں کو خلیفہ اعظمؓ وقتاً فوقتاً مرکز خلافت میں طلب فرمایا کرتے تھے تاکہ فوجیوں کی تعلیمی ترقی کے بارے میں آپ صحیح معلومات حاصل کر سکیں۔

اس تعلیمی نگرانی کا نتیجہ یہ ہوا کہ فوجیوں میں تعلیم عام ہو گئی۔ اس وقت ناظرہ خوانوں کا تو کوئی شمار ہی نہ تھا بلکہ حافظوں کی تعداد میں بھی حیرت انگیز اضافہ ہوا۔ چنانچہ عراق کے سپہ سالار حضرت سعد بن وقاص کے لشکر میں جب کہ حضرت عمرؓ کی خلافت کا آغاز ہوا تھا تین سو حفاظِ قرآن موجود تھے۔ اس قسم کے حافظوں کو حضرت عمر طلب فرما کر مختلف دیہاتی اور قصباتی علاقوں میں تعلیمی خدمات انجام دینے کے لیے بھیجا کرتے تھے اس کے بعد جس قدر تعلیم عام ہوتی گئی اسی قدر قابل معلمین اور اساتذہ دور دراز علاقوں میں نومسلموں کو تعلیم دینے کے لیے بھیجے جانے لگے۔

عہد فاروقی کے معلمین

تعلیمی کاموں میں لائق اور فاضل اساتذہ کا انتخاب حضرت فاروق اعظمؓ کی اہم خصوصیت تھی۔ معلمی کا کام صرف پیشہ ور اور تنخواہ دار معلموں تک محدود نہ تھا، بلکہ اس زمانے میں ہر مسلمان معلّم بھی تھا اور مبلّغ بھی۔ یہاں تک کہ فوجی جرنیل، سپہ سالار اور گورنر بھی معلّم کے فرائض انجام دیتے تھے۔

عہد فاروقی کے مشہور ترین معلمین کا حلقۂ درس اس قدر وسیع ہوتا تھا کہ انھیں بہت بڑے تعلیمی ادارے اور جامعہ کے برابر سمجھنا چاہیے۔ یہ حضرات بالعموم مرکزی مقامات پر درس دیتے تھے۔ اور ان کے حلقۂ درس میں بڑے بڑے صحابہ اور محدثین شریک ہوتے تھے، اس لیے ان کی ذات اعلیٰ تعلیم کا مرکز بن گئی تھی چنانچہ دور دراز کے علماء بھی سفر کی مشقتیں برداشت کر کے ان کے درس میں شریک ہوتے تھے۔ ان کی وفات کے بعد ان کا قابل ترین شاگرد اس حلقۂ درس کو قائم رکھتا تھا۔ اس طرح ان کی درس گاہ کی مرکزی حیثیت برقرار رہتی تھی۔

تعلیمی مراکز

مدینۂ منورہ دارالخلافہ تھا اس لیے عہد فاروقی اور دیگر خلفاء راشدین کے بعد میں اس کی علمی برتری قائم رہی۔ یہاں حضرت فاروق اعظمؓ کے علاوہ حضرات علیؓ بن ابی طالب، زیدؓ بن ثابت، عبداللہ بن عمرؓ، جابر بن عبداللہؓ، ابوسعید الخدری، ابو ہریرہؓ، ام المومنین حضرت عائشہؓ اور دیگر صحابۂ کرام نے الگ الگ درس و تدریس کے مراکز قائم کر رکھے تھے۔ ان سے نہ صرف اہل مدینہ فیض یاب ہوتے تھے بلکہ اسلامی ممالک کے گوشے گوشے سے شائقین علم مستفید ہوتے تھے۔

مکۂ معظمہ میں حضرت عبداللہ بن عباس اور ان کے تلامذہ کا تعلیمی مرکز بہت مشہور تھا۔ یہ مقدس مقام علم تفسیر کا سب سے بڑا مرکز تھا۔

بصرہ کے نئے شہر میں خادم نبوی حضرت انسؓ بن مالک، حضرت عمرانؓ بن حصین، حضرت معقلؓ بن یسار، حضرت ابوموسیٰ الاشعریؓ، اور دیگر صحابۂ کرام تعلیمی فرائض انجام دیتے رہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب حضرت عمار بن یاسر کو کوفہ کا گورنر بنا کر بھیجا تو حضرت عبداللہ بن مسعود کو وہاں کا معلم اعلیٰ مقرر کیا اور حضرت شریح کو وہاں کا قاضی بنایا۔ ان دونوں حضرات کی بدولت کوفہ بہت جلد دنیائے اسلام میں علمی اور تعلیمی مرکز بن گیا۔

مصر میں فاتح مصر حضرت عمروؓ بن العاص کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمروؓ تعلیمی فرائض انجام دیتے رہے جو اس زمانے میں سب سے بڑے محدث تھے۔

شام کے معلمین

شام رومیوں کا مرکزی اور اہم علاقہ تھا۔ یہاں تعلیم یافتہ عیسائی پادری عوام پر اقتدار رکھتے تھے اس لیے فاروق اعظمؓ نے شام کے مختلف علاقوں کے لیے نہایت قابل معلمین کا انتخاب کیا۔ اس وقت شام کی تعلیمی کمیٹی کے ارکان مندرجہ ذیل حضرات تھے:

۱۔ حضرت معاذ بن جبلؓ۔ حضرت عبادہؓ بن صامت۔ حضرت ابوالدرداءؓ۔

یہ تینوں حضرات پہلے حمص پہنچے اور وہاں ایک تعلیمی مرکز قائم کیا۔ جب یہ مرکز مضبوط بنیادوں پر قائم ہو گیا تو اس تعلیمی مرکز کے نگران حضرت عبادہؓ بن صامت مقرر ہوئے اور حضرت معاذ بن جبلؓ جو شام کے سابق سپہ سالار اور حاکم اعلیٰ تھے، فلسطین کی سرزمین کے تعلیمی افسر بنائے گئے۔

عہد رسالت کے مشہور قاری اور جلیل القدر محدث حضرت ابو الدرداء شام کے پایۂ تخت دمشق کے معلّم اعلیٰ منتخب ہوئے۔ آپ حضرت عثمانؓ کی خلافت کے آخر زمانے تک مسلمانوں کو اپنے علم سے فیض یاب کرتے رہے۔

طریقۂ تعلیم

حضرت ابو الدرداءؓ کا طریقۂ تعلیم یہ تھا کہ آپ نماز فجر کے بعد ہی درس قرآن کریم کا سلسلہ شروع کر دیتے تھے۔ چونکہ طلباء کی تعداد بہت زیادہ ہوتی تھی اس لیے آپ نے یہ طریقہ اختیار کر رکھا تھا کہ آپ نے دس دس مبتدی طلباء کی ہر جماعت کے لیے منتہی اور فارغ التحصیل طلباء میں سے ایک ایک مانیٹر مقرر کر رکھا تھا۔ آپ بذاتِ خود سب جماعتوں کی اس طرح نگرانی فرماتے تھے کہ ٹہلتے جاتے تھے اور پڑھنے والوں پر کان لگائے رکھتے تھے تاکہ درس و تدریس کا سلسلہ باقاعدہ اور صحیح طریقے سے انجام پذیر ہوتا رہے۔

جب کوئی طالب علم پورا قرآن شریف پڑھ لیتا تھا تو وہ حضرت ابو الدرداء کا براہِ راست شاگرد بن جاتا تھا اور آپ اسے قرآن شریف کی تفسیر و توضیح کا درس دیتے تھے۔ آپ کا حلقۂ درس اس قدر وسیع ہوتا تھا کہ جب ایک دفعہ آپ نے طلباء کا شمار کرایا تو آپ کے حلقۂ درس میں سولہ سو طالب علم موجود تھے۔

یہ طریقہ تعلیم قرآن کریم کے درس کے لیے مخصوص تھا۔ اسلامی قوانین اور فقہ کی تعلیم کا طریقہ اس سے جداگانہ تھا۔ چونکہ فقہی تعلیم کا تعلق اسلامی احکام سے ہے اس لیے اس قسم کے درس میں بھی بے شمار شائقین علم شریک ہوتے تھے اور اس قدر ہجوم ہو جاتا تھا

کہ بعض اوقات بیک وقت تیس صحابۂ کرام یہ تعلیمی خدمت انجام دیتے تھے۔ چونکہ اس قسم کے حلقۂ درس میں عوام الناس بھی شریک ہوتے تھے اس لیے اس موقع پر کتابی طریقۂ تعلیم اختیار نہیں کیا جاتا تھا بلکہ ایسی مجالس کے لیے فقہائے اسلام بڑی بڑی مساجد میں دائرے کی شکل میں بیٹھ جاتے تھے۔ اس وقت ہر شخص کو یہ موقع دیا جاتا تھا کہ وہ اپنی ضرورت کے مطابق سوال کرے اور باری باری اسلامی مسائل دریافت کرے۔ فقہائے اسلام ہر ایک کے سوال کا جواب دل نشین پیرائے میں اس طرح دیتے تھے کہ وہ مطمئن ہو جاتا تھا۔ اس طرح مختلف سوالات کے جوابات سے ہر شخص کی اسلامی معلومات میں اضافہ ہو جاتا تھا اور اس کے شکوک بھی رفع ہو جاتے تھے۔ اس قسم کے طریقۂ تعلیم سے مسلمانوں میں علمی تحقیق و تجسس کا مادہ پیدا ہوا جس سے آگے چل کر علوم و فنون کی بنیاد قائم ہوئی۔

مسلم اور مومن کی صحیح تعریف

(ابو ہریرہؓ) رفعہ: المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ والمومن من امنہ الناس علی دمائہم و اموالہم

(ترمذی، نسائی، بخاری)

مسلم وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں اور مومن وہ ہے جس کی ذات سے لوگوں کی جان و مال کو کوئی خطرہ نہ ہو۔